شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری

زید مجدہم

اسم گرامی محمد یونس
جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

ولادت تاریخ پیدائش : صبح ۷ ربجے بروز شنبہ ۲۵ ررجب ۱۳۵۵ھ ، ۲ راکتوبر ۱۹۳۷ء۔

طفولیت و تعلیم ابتدائً جب عمر چھ سات سال کے مابین ہوئی اپنے شوق سے ایک مکتب میں جانا شروع کیا جس کی صورت یہ ہوئی کہ والدہ مرحومہ کا تو انتقال ہوگیا تھا جبکہ میری عمر ۵ سال ۱۰ ماہ کی تھی۔ نانی کے پاس رہتا تھا۔ وہ چھوٹے ماموں کو مکتب جانے کے لئے مار رہی تھیں میرے منہ سے نکل گیا کہ ہم بھی پڑھنے جائیں گے ، اسی وقت کھانا پک گیا اور ڈیڑھ میل پر ایک مکتب تھا جہاں بڑے ماموں کے ساتھ بھیجدئے گئے۔ مگر راستہ میں تھک گئے تو ماموں نے کاندھے پر اٹھایا، تھوڑی دور چل کر اتار دیا۔ اسی طرح کبھی اٹھالیتے اور کبھی اتار دیتے، سارا راستہ قطع ہوگیا۔ مگر بچپن کی وجہ سے پڑھنا نہیں ہو سکا صرف

کھیل کود کا کام تھا۔

پھر ایک اور مکتب میں بیٹھے۔ وہاں کچھ قاعدہ بغدادی پڑھا۔ ماموں صاحب نے پڑھنا چھوڑ دیا تو ہمارا پڑھنا بھی چھوٹ گیا۔

پھر کچھ دنوں بعد ایک پرائمری اسکول ہمارے گاؤں میں قائم ہوگیا اس میں جانے لگے۔ درجہ دوم تک وہاں پڑھا۔ پھر درجہ سوم کے لئے مالی کلاں کے پرائمری اسکول میں داخلہ لیا۔

سوم پاس کرنے کے بعد والد صاحب نے یہ کہکر چھڑادیا کہ انگریزی کا دور نہیں اور ہندی میں پڑھانا نہیں چاہتا۔

ایک دلچسپ قصہ پیش آیا کہ میں اپنے طور پر ہندی کی پہلی کتاب پڑھ رہا تھا اس میں لکھا ہوا تھا کہ :

"طوطا رام رام کرتا ہے۔"

والد صاحب نے جب مجھ کو پڑھتے سُنا تو فرمایا :

"کتاب رکھ دو، بہت پڑھ لیا۔"

اس کے بعد تقریباً تعلیم دو سال چھوٹی رہی۔

عربی کی تعلیم

پھر تقریباً تیرہ ۱۳ سال کی عمر میں مدرسہ ضیاء العلوم قصبہ مائی کلاں میں داخلہ ہوا۔ ابتدائی فارسی سے لیکر سکندر نامہ تک اور پھر ابتدائی عربی سے لیکر مختصر معانی، مقامات وشرح وقایہ ونورالانوار تک وہیں پڑھیں۔

اکثر کتابیں استاذی مولانا ضیاء الحق صاحب سے اور شرح جامی بحث اسم حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب مدظلہ العالی سے۔ مگر کثرت امراض کی وجہ سے بیچ میں طویل فترات واقع ہوتی رہیں اس لئے تکمیل کافی مؤخر ہوگئی۔

پھر یہ بھی پیش آیا کہ ہماری جماعت ٹوٹ گئی ہم نے اولاً شرح جامی، شرح وقایہ
نورالانوار مولانا ضیاء الحق صاحب سے پڑھی تھیں، مگر جماعت نہ ہونے کی وجہ سے
حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب نے اگلے سال پھر انہیں کتابوں میں داخل کردیا اور
خود پڑھایا۔

مظاہر میں داخلہ

اس کے بعد شوال ۱۳۷۷ھ میں مدرسہ مظاہر علوم میں بھیج دیا۔ یہاں آکر پہلے سال جلالین، ہدایہ اولین میبذی اور اگلے سال بیضاوی، سلم، ہدایہ ثالث، مشکوٰۃ شریف اور اگلے سال یعنی شوال ۱۳۷۹ھ تا شعبان ۱۳۸۰ھ دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔ اور اس سے اگلے سال کچھ مزید کتابیں ہدایہ رابع، صدرا، شمس بازغہ، اقلیدس، خلاصۃ الحساب درمختار پڑھیں۔

مظاہر کی مَسندِ تدریس پر

شوال ۱۳۸۱ھ میں معین المدرس کے عہدہ پر تقرر ہوا۔ وظیفہ طالب علمی کے ساتھ سات روپیہ ماہانہ ملتا تھا، شرح وقایہ اور قطبی زیرِ تعلیم و تدریس تھیں۔

اگلے سال بھی کتابیں رہیں اور وظیفہ دس روپے ماہانہ ہوگیا۔ اس سے اگلے سال تیس روپے خشک پر تقرر ہوا اور مقامات و قطبی سپرد ہوئیں۔ اور اس سے اگلے سال یعنی شوال ۱۳۸۴ھ ہدایہ اولین، قطبی و اصول الشاشی زیرِ تدریس تھیں۔

درسِ حدیث

اسی سال ذی الحجہ میں حضرت استاذی مولانا امیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے انتقال ہوجانے کی وجہ سے مشکوٰۃ شریف استاذی مفتی مظفر حسین صاحب حال ناظم اعلیٰ مظاہر علوم کے یہاں سے منتقل ہوکر آئی جو باب الکبائر سے پڑھائی۔

پھر آئندہ سال شوال ۸۵ھ میں مختصر معانی، قطبی، شرح وقایہ، مشکوۃ شریف مکمل پڑھائی۔ اور شوال ۱۳۸۶ھ میں ابو داؤد شریف و نسائی شریف و نورالانوار زیر تعلیم رہیں۔

اس کے بعد شوال ۸۷ھ میں مسلم شریف، نسائی و ابن ماجہ و مؤطئین زیر درس رہیں۔

شیخ الحدیث کے منصب پر

اس کے بعد شوال ۱۳۸۸ھ میں بخاری شریف و مسلم شریف و ہدایہ ثالث پڑھائی۔ ولله الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ مبارکاً علیہ۔

اور بحمد اللہ سبحانہ وتعالیٰ بخاری شریف اور دوسری کوئی کتاب ہوتی رہتی ہے۔

امراض کے باوجود علمی شغل

مسلسل بیمار رہا۔ مظاہر آنے کے چند دن بعد نزلہ و بخار ہوگیا اور پھر منہ سے خون آگیا۔ حضرت اقدس ناظم صاحب نوراللہ مرقدہٗ کا مشورہ ہوا کہ میں گھر واپس ہوجاؤں، لیکن میں نے انکار کر دیا۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ و اَعلَی اللہ مراتبہٗ نے بلاکر ارشاد فرمایا کہ:

"جب تو بیمار ہے اور لوگوں کا مشورہ بھی ہے تو مکان چلا جا۔"

میں نے عرض کیا، جواب تک یاد ہے، کہ:

"حضرت! اگر مرنا ہے تو یہیں مرجاؤں گا۔"

حضرت نے فرمایا کہ:

"بیماری میں کیا پڑھا جائے گا؟"

میں نے عرض کیا، اور اب تک الفاظ یاد ہیں، کہ:

"حضرت! جو کان میں پڑے گا وہ دماغ میں اتر ہی جائے گا۔"
اس پر حضرت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ:
"پھر پڑا رہ۔"
یہ ہے حضرت قدس سرہٗ سے پہلی بات چیت۔
اس کے بعد ہم تو بہت بیمار رہے۔ اور گاہ بگاہ جب طبیعت ٹھیک ہوجاتی تو اسباق میں بھی جاتے رہتے۔
انھیں ایام میں حضرت اقدس مولانا عبد الحلیم صاحب مدظلہٗ کو اپنی بیماری کا خط لکھا۔ مولانا نے جواباً لکھا کہ:
"یہ کیا یقین ہے کہ یہ خون پھیپھڑے سے آیا ہے؟"
اس سے طبیعت کو کچھ سکون ہوگیا۔ لیکن سینے میں درد رہا کرتا تھا۔
ایک یہ بات اور بھی لکھدوں کہ جن ایام میں طبیعت خراب تھی کبھی کبھی دار الحدیث کے شرقی جانب بیٹھ کر حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کا درس سنتا تھا اور سوچا کرتا تھا کہ نہ معلوم ہم کو بھی بخاری شریف پڑھنی نصیب ہوگی یا نہیں؟ اور رویا کرتا تھا۔ اس مالک کا لاکھ لاکھ شکر یہ کہ اس نے توفیق سے مدد کی اور پڑھنے کی منزل گزر گئی، اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے پڑھانے کی توفیق بخشی۔ حالات کی ناسازگاری سے جس کی توقع بھی نہیں تھی لیکن سب فضل وکرم ہے سہ

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل
نسیم صبح تیری مہربانی!!

امراض کے تسلسل کی وجہ سے شادی کی ہمت ہی نہ ہوئی اور اب بڑھاپا شروع ہو چکا۔ حدود خمسین کے آخری سالوں میں چل رہا ہوں۔ اب اپنی بیماریوں

کی وجہ سے ضرورت محسوس ہوتی ہے مگر ہوتا کیا ہے ، وقت گزر گیا ۔

علاقہ کا حال

علاقہ میں عام طور سے جہالت تھی لیکن عام طور پر لوگ صحیح العقیدہ اور دین کی طرف مائل تھے ۔ میرے نانا مرحوم تو میری والدہ کی ولادت سے غالبًا پہلے وفات پاگئے تھے ۔ پھر نانی مرحومہ کی دوسری شادی میرے دادا مرحوم کے بڑے بھائی سے ہوئی جن کو ہم ساری عمر اپنا نانا سمجھتے رہے اور وہ بھی ہمارے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتے تھے ۔ وہ بچپن سے نمازی اور دیندار تھے ، عام طور سے برما رہا کرتے تھے ، وہاں کوئی عالم رہتے تھے جو حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے سلسلہ میں منسلک تھے ، ان سے اچھا تعلق تھا جس کا اثر یہ ہوا کہ ہمارے گاؤں میں تعزیہ بنتا تھا جس میں ہمارے خاندان کے بعض لوگ شریک ہوتے تھے ، سُنا ہے کہ دادا مرحوم بھی شرکت کرتے تھے مگر نانا مرحوم نے ڈھول وغیرہ توڑ ڈالے اور اس بدعت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا ۔

والد صاحب تو ہمیشہ ہی بدعت سے دور رہے ۔ لیکن ایک چیز کو کوئی بھی بدعت نہیں سمجھتا تھا وہ مولود شریف اور قیام تھا ، حضرت اقدس مولانا عبدالحلیم صاحب مدظلہ کی جب آمد و رفت شروع ہوئی تو ہمیشہ کے لئے اس کا خاتمہ ہوگیا ۔

مجھے اپنے بچپن کا واقعہ یاد ہے جب میری عمر ۹ ، ۱۰ سال کی ہوگی میں بچوں کے ساتھ مولود کی مجلس کرتا تھا ، ہماری بیل گاڑی تھی اس پر ہم عمر تین چار بچے جمع ہوجاتے اور ہم سب سے بڑے علامہ سمجھے جاتے اور مولود پڑھتے ، اور پڑھتے کیا ، صرف کھڑے ہوکر درود وسلام پڑھ لیتے اور اس کے بعد گھروں سے جو کھانا وغیرہ لاتے وہ مل کر سب کھا لیتے اور مجلس برخواست ہوجاتی ۔

ایک اپنے علامہ سمجھے جانے کا دلچسپ قصہ لکھتا ہوں ۔ اپنے گاؤں کے پرائمری اسکول میں پڑھتا تھا، نوسال کی عمر ہوگی ، ماسٹر صاحب موجود نہیں تھے تھوڑی دیر میں دیکھا ایک جنازہ قریب کے قبرستان میں لایا گیا اور اس کو دفن کیا جانے لگا ہم نے سب لڑکوں سے کہا کہ ہم نے نماز جنازہ نہیں پڑھی جلدی سب لوگ وضو کرلیں ۔ سب نے وضو کیا اور ہم نے نماز جنازہ پڑھائی ۔ نہ معلوم کیا ہوا دوبارہ پڑھائی غالباً سہ بارہ بھی ، اور یہ سب مکتب میں ہو رہا تھا جو اس وقت گاؤں کے باہر ایک شخص کی ایک عمارت میں تھا جہاں ان کے بیل اور مزدور رہتے تھے ۔

بچہ کا خطبہ بڑے کی امامت

ایک اور دلچسپ قصہ لکھ دوں ۔ ہمارے گاؤں میں جمعہ ہوا کرتا تھا ۔ ہم سب سے پہلے غسل کر کے پہونچ جاتے تھے اور خطیب صاحب کی نقل اتارا کرتے تھے ۔ ایک مرتبہ اتفاق سے خطیب صاحب موجود نہ تھے اور گاؤں کے بڑے بوڑھے تھے جن میں میرے نانا بھی تھے ۔ میری عمر ۹ ۔ ۱۰ سال سے زیادہ نہ ہوگی ۔ کوئی پڑھا لکھا نہ تھا صرف قرآن شریف پڑھے ہوتے اس کے علاوہ کچھ پڑھ نہیں سکتے تھے ۔ حضرت عمرو بن سلمیٰ الجرمی کی طرح ہم ہی اس وقت سب سے بڑے پڑھے لکھے تھے ۔ ایک صاحب نے ہمیں حکم دیا کہ :

"چل منبر پر اور خطبہ پڑھ "

ہم بے خوف چڑھ گئے اور خطبہ شروع کر دیا ۔ ایک جگہ تو ذرا اٹک سی ہوگئی باقی اور الحمدللہ صاف ہی پڑھا گیا ۔ نماز ایک دوسرے صاحب نے پڑھائی ۔ ہماری نانی صاحبہ اور دوسرے اعزہ اس سے بہت مسرور ہوئے ۔ مگر خیال یہ پڑتا ہے کہ خطبہ ایک ہی ہوا تھا ۔

٭ ٭ ٭

گاؤں کا حال

ہمارے گاؤں سے تین میل کے فاصلہ پر مائی کلاں میں جامع مسجد میں تو حفظ پڑھایا جاتا تھا اور اتنا بابرکت درس تھا کہ سینکڑوں حفاظ پیدا ہوئے ۔ ہمارے مختصر سے گاؤں میں جس کی اس وقت کی مسلم آبادی زیادہ سے زیادہ پندرہ مکانات پر مشتمل تھی اس میں چھ حفاظ تھے ۔ وہیں مدرسہ ضیاء العلوم تھا جس میں ہماری ابتدائی تعلیم ہوئی ۔

ہمارے گاؤں میں سب سے پہلے اس مدرسہ میں مولوی نور محمد صاحب نے پڑھا جن سے ہم نے تعلیم الاسلام کے کچھ اسباق پڑھے ۔ وہ پھر پاکستان چلے گئے ۔

حضرت کی پہلی زیارت

حضرت نور اللہ مرقدہٗ کا نام نامی تو مدرسہ ضیاء العلوم میں اپنے اساتذہ اور خاص طور سے استاذی حضرت اقدس مولانا عبد الحلیم صاحب مدظلہ سے سُنا ۔ پھر جب سہارنپور بغرض تکمیل حاضر ہوئے تو حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی زیارت ہوئی ۔

سب سے پہلی زیارت کی شکل یہ ہوئی کہ میں کسی ضرورت سے مدرسہ کے دفتر میں گیا تو حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو دیکھا ، ایک سادہ کرتا پہنے ہوئے تھے جس کا رنگ زرد تھا غالباً ڈوریا کا ہوگا ۔ لیکن بات چیت نہیں ہوئی ۔ بات چیت تو بیماری کے وقت ہوئی ۔

اس کی ابتداء میں تردد ہے کہ پہلے وہ واقعہ پیش آیا جو اوّلاً لکھا گیا یا دوسرا واقعہ جو لکھ رہا ہوں ۔

وہ تو بہت پکّا تھا تو تو بہت کچّا ہے

ہمیں جذبہ پیدا ہوا کہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے دعا کروانی چاہیئے ۔ حضرت مغرب کے بعد طویل نوافل پڑھتے تھے ، ہم بیٹھ گئے ۔ ایک

صاحب نے غالبًا بیعت کی درخواست دے رکھی تھی۔ حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے سلام پھیرا اور فارغ ہو کر فرمایا:

"آ بھئی۔"

ہم نے سمجھا کہ شاید ہمیں بلا رہے ہیں۔ ہم آگے بڑھ گئے۔ حضرت نے فرمایا:

"تو نہیں۔"

ہم بلبلا کر رو پڑے۔

بہرحال پہلے حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے ان صاحب کی ضرورت پوری کی اس کے بعد احقر کا ہاتھ پکڑا اور ساتھ لیکر کچے گھر چلے اور حال پوچھتے رہے اور بیماری کا تذکرہ کرتے رہے۔ حضرت نے پوچھا کہ:

"تو کہاں سے پڑھ کر آیا؟"

میں نے عرض کیا مدرسہ ضیاء العلوم مائی کلاں سے۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا:

"کس سے پڑھا؟"

عرض کیا حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب سے۔ فرمایا:

"وہ تو بہت پکا تھا تو تو بہت کچا ہے۔"

اس کے بعد حضرت نے برف کا ٹھنڈا پانی جس میں عرق کیوڑہ ملا ہوا تھا نوش فرمایا اور کچھ بندہ کے لئے بچادیا۔ مگر زیادہ آنا جانا نہیں رہا۔

دستر خوان پر اکرام

اصل جان پہچان اس وقت ہوئی جب بندہ کا قیام دفتر میں ہوگیا۔

رمضان شریف میں میں اپنی سحری الگ کھالیتا تھا۔ ایک رات خواب دیکھا کہ مولانا اکرام الحسن صاحب مرحوم والد ماجد حضرت مولانا انعام الحسن صاحب امیر جماعت تبلیغ نظام الدین دہلی بندہ کی طرف متوجہ ہیں اور کچھ بات کر رہے ہیں۔

سی رات میں سحری میں حضرت نے بلوایا ــــ اور جب کوئی اکرام کی صورت
ہونے والی ہوتی تو مولانا اکرام صاحب کو دیکھا کرتے تھے ــــ بہرحال حضرت
نور اللہ مرقدہٗ نے بلوا کر فرمایا کہ :

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو تنہا ہی سحری کھالیتا ہے۔ دیکھ! سحری ہمارے
ساتھ کھالیا کر اور اپنی سحری مولوی نصیر کو دے دیا کر"

اور پھر فرمایا کہ :

"سحری کھالی؟"

میں نے عرض کیا جی ہاں ۔ فرمایا :

"اور کھائے گا؟"

عرض کیا میں تو کھا چکا ہوں ۔ فرمایا :

"اور کھانے پر بھی تو کھایا جاوے ؟!"

ہم بیٹھ گئے ۔ اس کے بعد روزانہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے دسترخوان پر سحری
میں حاضر ہوجاتے ۔

اس زمانہ میں حضرت کے سحری میں پلاؤ کے ساتھ گھی لگی ہوئی روٹیوں کا
دستور تھا ۔ حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے ایک مرتبہ پوچھا :

"گھی چپڑی روٹی مل گئی ؟"

میں نے عرض کیا جی ہاں ۔ حضرت نے پوچھا :

"کتنی آئی؟"

میں نے عرض کیا ایک ۔ حضرت نے دوسری سرکادی ۔ اس کے بعد سے
ہمارے لئے دو کا دستور ہوگیا ۔

☆ ☆ ☆

دلچسپ بحث

ایک مرتبہ دیر سے پہونچا اور حضرت نوراللہ مرقدہٗ سے ایک گستاخانہ بحث بھی کی جس کا افسوس اب تک ہے ۔ حضرت نے پہونچتے ہی فرمایا کہ :

" جگہ خالی نہیں بیٹھ جا "

میں نے کہا بیٹھ کر کیا کروں گا ؟ فرمایا :

" قل ہواللہ پڑھ کر ایصال ثواب کر "

میں نے پوچھا کسے ؟ فرمایا :

" مجھ کو "

عرض کیا زندوں کو ؟ فرمایا :

" تو نے مشکوٰۃ شریف نہیں پڑھی ؟ "

عرض کیا پڑھی تو ہے ۔ فرمایا :

" مسجد عشار والی روایت نہیں پڑھی ؟ "

عرض کیا پڑھی تو ہے ۔ پوچھا کہ :

" کہاں ہے ؟ "

میں نے عرض کیا مشکوٰۃ کتاب الفتن میں ــــ یہ روایت مشکوٰۃ کتاب الفتن باب الملاحم کی فصل ثانی میں ہے ــــ حضرت نوراللہ مرقدہٗ بہت خوش ہوئے اور فرمایا :

مولانا سید سلیمان ندوی اس حدیث پر میرے معتقد ہو گئے "

فرمایا :

" ایک مرتبہ سید صاحب تشریف لائے ۔ انہوں نے یہ حدیث معلوم کی ۔ میں نے کہا ابوداؤد میں ہے ۔ سید صاحب نے پوچھا کہ کہاں

ہے؟ میں نے کہا کتاب الملاحم میں۔ اور پھر کتاب منگا کر دکھا بھی دی۔"

تزکیہ کی طرف عدم التفات

ابتداءً بالکل بچپن میں تو بیعت کا رجحان تھا لیکن بعد میں بعض وجوہات سے یہ خیال نکل گیا۔ اور یہی نہیں بلکہ کچھ اس کی اہمیت ہی نہیں رہی تھی۔ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب مدظلہ نے بعض خطوط میں ناراضگی کا اظہار بھی کیا اور لکھا:

"تزکیہ ضروری ہے۔"

لیکن اس وقت کتابوں کی طرف غیر معمولی رجحان تھا، ادھر بالکل التفات ہی نہیں ہوا بلکہ ایک مرتبہ جب حضرت نوراللہ مرقدہٗ اپنے دارالتصنیف میں تشریف فرما تھے اور حسب معمول حاضر ہوا تو تھوڑی دیر کے بعد سوال کیا کہ:

بیعت ہونا ضروری ہے؟

حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا:

"بالکل نہیں۔"

پھر ایک زمانہ گزر گیا اور بہت سے لوگ بیعت کی طرف توجہ دلاتے تھے، جیسے مولانا منور حسین صاحب، مولانا عبدالجبار صاحب۔ اور بعض اصرار کرتے تھے جیسے صوفی انعام اللہ صاحب۔ مگر کچھ التفات ہی نہ تھا۔

بیعت میں انقیاد ضروری ہے

اچانک رمضان ۱۳۸۶ھ کے عشرۂ اخیرہ میں خیال پیدا ہوا اور بہت زور سے۔ حضرت نوراللہ مرقدہٗ سے عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا:

"بیعت میں انقیاد اور عدم تنقید ضروری ہے استخارہ کرلے۔"

میں نے عرض کیا حضرت! میں نے دعا کی ہے ـــــ اس زمانہ میں اپنی دعا پر بڑا اعتماد تھا۔ ـــــ مگر حضرت نے فرمایا کہ:

"استخارہ کم از کم تین مرتبہ اور رات گزارنا اور سونا ضروری نہیں"۔

منامی بشارت

تیسرے استخارہ میں خواب دیکھا مولانا اکرام صاحب فرمارہے ہیں کہ :

"مدرسہ قدیم آجاؤ آباد ہوجائے گا"۔

ہمارا قیام اس زمانہ میں دارالطلبہ قدیم میں ہوچکا تھا۔ حضرت نے سُنکر فرمایا کہ:

"یہ خواب امید افزا ہے"۔

خصوصی بیعت

۱۹، ۲۹ یا ۳۰ تاریخ کو ظہر کے بعد اپنے خلوت خانہ میں طلب فرماکر بیعت فرمایا۔

میں نے اس سے پہلے عرض کیا تھا کہ حضرت ! جب عمومی بیعت ہوتی ہے میں بھی سب کے ساتھ شامل ہوجاؤں گا۔ مگر حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے انکار فرمادیا۔

ایک بات یہ بھی لکھ دوں کہ اس وقت بعض ایسے مشائخ کبار حیات تھے جن سے بندہ کو بہت عقیدت ہے لیکن بیعت میں حضرت نوراللہ مرقدہٗ ہی کی طرف طبعی رجحان تھا اور عقلاً بھی رجحان تھا نیز یہ بھی کہ حضرت استاد تھے اور بہت قریب تھے۔

قیمتی نصائح

ہر وقت کا پاس رہنا تھا اس لئے خط وکتابت تو ہوتی نہیں تھی، بعض اوقات یونہی بعض پرچے مدینہ طیبہ سے بھجوائے ان میں بعض نصائح لکھیں اور بعض اوقات زبانی نصائح کیں۔

۱۔۔۔ ایک گرامی نامہ میں لکھا:

"جہاں تک ہوسکے اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنا اور ظاہر سے زیادہ باطن میں"۔

۲۔۔۔ تیسرے سال بلڈ پریشر کی تکلیف پر تحریر فرمایا:

"ایک بات کا خیال رکھیو کہ اگر بیماری میں زبانی معمولات نہ ہوسکیں تو قلب کو ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھیو اور زبانی معمولات میں درود شریف کو مقدم رکھیو۔ میں نے درود شریف کے بہت فوائد دیکھے۔"

۳۔ اور یہ تو کئی مرتبہ نصیحت کی کہ:

"کبر سے پورا اجتناب کرنا، اور اپنی نااہلی پیش نظر رہے، اگر کوئی کہے تو اس پر طبعی اثر غیر اختیاری چیز ہے، لیکن برا نہ ماننا چاہئے۔"

اس کا مطلب ہی یہ ہے عقلاً یہ خیال ہو کہ ہم تو بہت گندے ہیں نہ معلوم کتنے عیوب ہیں اس لئے عقلاً برا نہ مانے۔ واللہ اعلم

۴۔ ایک خط میں یہ لکھا تھا کہ ایک طالب علم بہت اصرار کرتا ہے کہ بیعت کرلو؟ حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے تحریر فرمایا:

"ضرور کرلو۔ سلسلہ چلانے کے لئے بیعت تو ضرور کرنا مگر اپنی اہلیت کا استحضار رہنا چاہئے۔ اگر نہ کرو گے تو یہ سلسلہ بند ہوجائے گا جو سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا آرہا ہے۔"

یہ خط اسٹنگر (جنوبی افریقہ) سے لکھوایا تھا۔

۵۔ ایک خط میں لکھوایا تھا:

"مدرسہ کے مال میں بہت احتیاط کرنا۔"

۶۔ نظام الدین میں جب حضرت نوراللہ مرقدہٗ سے ملاقات ہوئی تو بالکل خلاف توقع معانقہ فرمایا اور فرمایا کہ:

"اخلاص سے کام کرنا۔"

۷۔ آخری خط جو ۱۲ر اپریل ۸۲ء کا تحریر کردہ ہے، اس میں میرے ایک خط کے جواب میں لکھا، جس میں میں نے اپنے امراض کی شدت اور خواب میں

اموات و مقابر دیکھنے کا تذکرہ کیا تھا۔ لکھا کہ:

" اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھے اور تم کو دونوں کو حسنِ خاتمہ کی دولت سے مالا مال کرے، ہر وقت اپنے عمل سے ڈرتے رہنا چاہئے اگرچہ مالک کا کرم بڑا ہے اس کے کرم ہی کا سہارا ہے پھر بھی استغفار کثرت سے کرتے رہنا چاہیئے۔"

مقرباں رابیش بود حیرانی

بھائی ہم تو حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے سب سے نالائق شاگرد اور ناکارہ و کم فہم مرید تھے اور پھر مدرسہ کے تعلق اور اور معاملات پڑتے تھے اس میں کثرت سے ڈانٹ پڑتی تھی اور پھر حضرت نور اللہ مرقدہٗ ویسے ہی ہو جاتے تھے جیسے پہلے۔

ہاں ایک آدھ مرتبہ بعض حضرات نے حضرت کو بہت ہی مکدر کر دیا لیکن معاملہ کسی اور ذات کے حوالہ تھا اللہ تعالیٰ نے پھر صفائی کرا دی۔

اور ہمارا مزاج یہ تھا کہ فضول ہم کسی کام میں پڑتے نہیں اس لئے جب اپنا کام بن جاتا تو پیچھے نہیں پڑتے تھے۔ ایک عجیب قصہ مجمل لکھتا ہوں لکھنے کے لئے نہیں، بعض حضرات نے شکایت کر کے حضرت کو مکدر کر دیا۔ حضرت ایک رمضان میں رنجیدہ رہے۔ رمضان تو گزر گیا۔ اس کے بعد ہم نے ایک پرچہ لکھا جس میں معافی مانگی اور یہ لکھ دیا کہ

" اگر کوئی کام ہو تو میرے حجرہ میں بھجوا دیا جائے مجھے سردی بہت لگتی ہے۔"

حضرت بہت خوش ہوئے کئی بار دعوت کی۔

اور رمضان شریف میں جن بعض حضرات نے فقرے کسے اور ستایا وہ آئے اور شرمندہ ہوئے۔ ہم نے اپنے دل میں کہا کہ ہم حضرت کے شاگرد و خادم ہیں، آپ حضرات کو ان قصوں میں نہ پڑنا چاہیئے۔ اس کے بعد سے وہ صاحب

توہمیشہ کے لئے بحمداللہ خاموش ہو گئے۔

عطایا کی بارش

بارہا حضرت نے روپے دیئے۔ ۱۳۸۰ھ کے حج میں پچاس روپے دیئے تھے اس کی نصب الرایہ خرید لی۔ حج سے آکر پوچھا کہ:

"میں نے چلتے ہوئے تجھے روپے دیئے تھے کچھ تیرے کام آئے"۔

میں نے عرض کیا کہ میں نے نصب الرایہ خرید لی، تو فرمایا کہ:

"اس کے لئے تو عمر پڑی تھی"۔

مقصد یہ تھا کہ دوسری ضروریات میں خرچ کرتے۔

"لامع" کے ختم پر تین سو روپے دیئے جس کی ہم نے مرقاۃ المفاتیح منگوائی۔ اور متفرق اوقات میں دیتے رہے، کبھی تیسؔ، کبھی پچاس۔ اکثر پچاس۔ اور گذشتہ سفر میں دو سو اور اس سفر میں سو دیئے۔

اور بذل المجہود مکمل، لامع الدراری مکمل، اوجز المسالک مکمل، جزء حجۃ الوداع والعمرات اور مختلف رسائل دیئے۔ اور جب بندہ کی حاضری مدینہ طیبہ ہوئی تو فرمایا کہ:

"میری کتابوں میں جو پسند ہو لے جا"۔

وہاں اس وقت اردو کتابیں تھیں۔ ایک کتاب "اللؤلؤ والمرجان فیما اتفق علیہ الشیخان" تھی وہ ہم نے لے لی۔

حضرت نے اس کے بعد ایک کتاب بھجوائی "ابوہریرۃ فی ضوء مرویاتہ" تالیف ضیاء الرحمن الاعظمی۔ اس میں ان کی سو روایتیں جمع کر کے اس کے طرق وغیرہ پر کلام کیا گیا ہے اور مستشرقین نے جو ابوہریرہؓ کی کثرتِ روایات پر شکوک و شبہات کئے ہیں ان کی تردید کی ہے۔

اور تصوف سے متعلق حضرت کی جتنی تالیفات ہیں یا صوفی اقبال نے لکھیں تو سبھی عطا فرمائیں ۔ اور بعض تو بار بار بھجوائیں ۔

ذکر کی تجویز میں توارد

حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت تو ہوگیا لیکن ذکر پوچھنے کی ہمت ہی نہ ہوتی ۔ اپنے مرض کی وجہ سے یہ سمجھتا رہا کہ میرے بس سے باہر ہے اور نہ حضرت نے بیعت کے وقت کچھ فرمایا ۔

ایک مرتبہ رمضان میں از خود اپنے لئے ایک نصاب مقرر کیا یعنی تین تسبیح لاالٰہ الااللہ کی اور پانچ تسبیحات اللہ اللہ کی ۔ اس کے بعد جب چند روز بعد غالباً عشار بعد حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا :

" ذکر کرلیا کرو "

اور مذکورہ بالا نصاب بتایا ۔ بس میں تو سمجھتا ہوں کہ اعتکاف میں حضرت کے ساتھ تھا حضرت کے مبارک قلب کا اثر پڑا جو خود ایک نصاب مقرر کرلیا اور حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے وہی بتلایا پھر معلوم ہوا کہ حضرتؒ مشغول حضرات کو یہی نصاب بتاتے تھے ۔

معمولات میں اضافہ

کچھ دنوں بعد حضرت کے بعض ارشادات کی بنار پر تھوڑا تھوڑا اسم ذات کا اضافہ شروع کیا، اور ستر۷۰ہزار تک پہنچا دیا ۔ لیکن حضرت نے کم کرنے کو فرمایا اور فرمایا کہ :

" اسم ذات ایک ہزار رکھو "

یہی اب تک معمول ہے ۔ پاس انفاس کا حکم بار بار دیا اور مراقبۂ دعائیہ بھی بتایا ۔ بس جیسے ہم ہیں ویسا ہی ہمارا ذکر ۔ حضرت کے زمانہ میں اور اب بھی نفی و اثبات واسم ذات کا تو معمول ہے الّا یہ کہ مرض یا کوئی شدید مانع ہو باقی اور چیزیں کبھی ہو گئیں

بھی نہیں۔

ایک مرتبہ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا جب کہ میں بہت بیمار ہو گیا تھا کہ:

"دل سے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رہے"

یہ بھی لکھ دوں کہ زیادہ مجاہدہ میرے بس کا نہیں تھا اور نہ ہے۔ ایک مرتبہ رمضان شریف میں حضرت سے عرض کیا کہ:

"حضرت! یہ رات بھر کی بیداری میرے بس کی نہیں"

تو فرمایا کہ:

"سب کو اس کی ضرورت نہیں"

ایک مرتبہ اعتکاف میں خواب دیکھا کہ حضرت لوگوں کو کچھ تقسیم فرما رہے ہیں۔ میں اگلے روز حاضر ہوا خواب عرض کیا، اور عرض کیا:

"حضرت! اگر بیداری کرنے والوں کو ملے گا تو ہم تو محروم ہو جائیں گے"

حضرت نے فرمایا:

"نہیں، انشاء اللہ"

ایک مرتبہ اعتکاف میں بہت بیمار ہو گیا، اس زمانے میں کچھ ذکر وغیرہ نہیں کرتا تھا۔ حضرت نے غالباً بھائی ابوالحسن صاحب یا اور کسی سے کہلوایا کہ:

"اگر اختیاری مجاہدہ نہیں کرتے تو اضطراری کرایا جاتا ہے"

مگر ہم نے اپنی نالائقی سے کوئی اثر نہیں لیا۔

ناظم صاحب کی طرف سے خلافت

حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحب
(سابق ناظم اعلیٰ مدرسہ مظاہر علوم، نور اللہ مرقدہ)

نے بروز پنجشنبہ ۵ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ میں ظہر کے بعد اجازت مرحمت فرمائی جس کا از خود شہرہ ہوگیا۔

چونکہ احقر کا بیعت کا تعلق حضرت قطب العالم شیخ الحدیث کاندھلوی ثم المہاجر المدنی نوراللہ مرقدہٗ سے تھا اس لئے حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت کے بعد بھی اپنے حضرت نوراللہ مرقدہٗ سے ہی تربیت کا تعلق رہا اور بحمداللہ بالکل کبھی اجازت کا کوئی خیال بھی نہیں آتا تھا گو اہل اللہ کے ارشاد کی دل میں قدر تھی اور ہے۔

حضرتؒ کی طرف سے اجازت

پھر جب حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ رمضان شریف کے لئے مدینہ منورہ سے سہارن پور تشریف لائے تو حسب معمول اعتکاف کیا اور رمضان کے بعد شوال میں مجلس شریف میں حسب معمول حاضری ہوتی رہی۔

غالباً ۵ ذیقعدہ تھی، بروز پنجشنبہ صبح کی مجلسِ ذکر میں حاضر ہوا تو حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے ذکر سے فراغت کے بعد بلوایا اور فرمایا کہ:

"توجبہ کے دن حاجی شاہ جاتا ہے؟"

عرض کیا حضرت! مجھ کو سردی بہت لگتی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ:

"یہاں آ"

اور چارپائی پر بیٹھنے کے لئے فرمایا، اور فرمایا کہ:

"میرا ارادہ تین چار سال سے تجھے اجازت دینے کا ہے لیکن تیرے اندر تکبر ہے۔"

میں خاموش رہا اور الحمدللہ حضرتؒ کے کہنے پر طبیعت پر ذرہ برابر اثر نہیں ہوا۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت والا کو حضرت ناظم صاحب کی اجازت کا

علم ہوگیا ہوگا ؟ فرمایا کہ :

"ہاں !"

میں نے عرض کیا، حضرت ! میری سمجھ میں بالکل نہیں آیا کہ حضرت ناظم صاحب نے کیوں اجازت دی ؟! حضرت رحمہ اللہ نے اس پر کیا ارشاد فرمایا یاد نہیں رہا۔

پھر فرمایا کہ :

"تجھے میری طرف سے اجازت ہے۔"

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت ! مجھے کچھ دن پیشتر ایک عجیب حالت طاری ہوئی تھی جیسے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوں اور نماز سے فراغت پر نقص ہی نقص نظر آتا تھا اور اسی وقت نماز کے بعد استغفار پڑھنے کی حقیقت سمجھ میں آتی، اور ایسا ہوگیا تھا کہ اگر کوئی مجھے چارپائی کے سرہانے بیٹھنے کو کہتا تو آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ اور ایک مرتبہ ایک جگہ لوگوں نے امامت کے لئے کہہ دیا تو آنسو آگئے۔ لیکن نادانی سے ایک جملہ کہنے پر ساری حالت جاتی رہی۔ میں نے یہ کہہ دیا کہ :

"جب آدمی ذکر پر مداومت کرتا ہے تو اس کو ہمہ وقت ایک معیت
حاصل ہوجاتی ہے اور اپنی نااہلی کا ہر وقت استحضار ہوجاتا ہے۔"

اس میں عجبِ نفس شامل تھا بس ساری حالت کافور ہوگئی۔

حضرتؒ نے فرمایا :

"انشاء اللہ تعالیٰ پھر حاصل ہوجائے گی۔"

اب تک تو حاصل نہیں ہوئی لیکن حضرت کی برکت سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ناکارہ روسیاہ پر نظر کرم فرمادیں اور دوامِ حضوری عطا فرمائیں۔

اس کے بعد حضرت کے یہاں کچھ مہمان آگئے۔ حضرت نے فرمایا :

"ان کے ساتھ بیٹھ جا۔"

ناشتہ کے فراغ پر واپس ہوا تو مدرسہ قدیم کے دروازہ پر پہونچ کر ایسا معلوم ہوا جیسے سینے میں کوئی چیز داخل ہو گئی، اس کی تعبیر الفاظ میں نہیں ہو سکتی، بس ایسا محسوس ہوا جیسے یہ لکیر ۔ اور دل میں ذکر کا ایک شدید شوق پیدا ہو گیا ۔ اس کے بعد

خواب میں حضرت مدنی کی زیارت

ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ حضرت معتکف میں ہیں اور حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ بھی تشریف فرما ہیں حضرت مدنی کا مصلّٰی بچھا ہوا ہے میں اس پر آکر کھڑا ہو گیا ۔

حضرت سے اگلے سال عرض کیا تو ایک مصلّٰی عنایت فرمایا ۔

میں تو ہمیشہ سہارنپور ہی رہتا تھا، ہاں جب پاکستان حاضری ہوئی تو فرمایا:

"اپنی جگہ کام کرنا چاہئے تھا"

مقدمہ مشکوٰۃ لکھنے کی ہدایت

بعض وقت بعض تالیفی امور کی طرف توجہ دلائی مگر اپنے امراض واعذار نے اجازت ہی نہ دی ۔ کچھ رسالے بعض مسائل پر لکھے وہ یونہی ناتمام ہیں ۔

ہاں ایک مرتبہ میری مدرسی کے دوسرے سال فرمایا تھا کہ:

"تو اگر مشکوٰۃ کا مقدمہ لکھ دے (جس کا ایک خاکہ میرے ذہن میں تھا اور بعض وقت حضرت سے بھی تذکرہ آگیا تھا) تو میں تجھے مشکوٰۃ شریف دے دوں"

مگر نوبت نہ آئی بلکہ حالات ایسے بنے کہ مشکوٰۃ شریف جلدی احقر کے پاس آگئی، جس کی تفصیل گزر چکی ۔

تصنیفی مشورہ طلب کرنے پر فرمایا:

"شروع کردو"

مگر جو مقدر ہوتا ہے وہی ہوتا ہے ۔

مدرسہ کے مال میں ہدایت

حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے اس پر ہم سب اہل مدرسہ کو بار بار توجہ دلائی کہ اسلاف کرام کے طرز پر رہیں مدرسہ کے بارے بہت احتراز کریں ۔ حضرت بارہا فرماتے تھے کہ

" اس میں بے احتیاطی بڑی مضر ہوتی ہے "

حضرت کی نماز میں قراءت

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ہم کیا پہچان سکتے ہیں؟ نماز و نوافل کا اپنا مشاہدہ یہ ہے کہ گرمی ہو یا سردی یا بارش ہمیشہ مکان سے مسجد مدرسہ قدیم تشریف لاتے ۔ فرض باجماعت ادا فرماتے ، ایک آدھ مرتبہ عصر کی نماز میں حضرت کو مسبوق بھی دیکھا ، چلے تو وقت پر مگر غالباً بارش کی وجہ سے یہ دیر ہوگئی ۔

سنتوں میں طویل قراءت کا معمول تھا ۔ ایک مرتبہ میرے پوچھنے پر فرمایا کہ :

" میں دس پارہ سنن و نوافل میں اس طرح پڑھتا ہوں کہ ایک ہی پارہ بار بار دہراتا رہتا ہوں "

مغرب کے بعد طویل نفل ہوتی ، جب تک قوت رہی کھڑے ہو کر اس کے بعد بیٹھ کر ۔

کیفیتِ درسِ بخاری

درس بخاری شریف میں حل تراجم پر خاص زور دیتے ، اور ترجمہ میں اگر کوئی مسئلہ مذکور ہوتا اور اس میں اختلاف ہوتا تو حتی الامکان ائمہ اربعہ کے مذاہب نقل فرما کر ترجمہ جس قول کے موافق ہوتا اس کا اظہار فرماتے ۔

گاہ گاہ ترجمہ کی غرض بیان کرنے میں شراح کی مخالفت فرماتے اور جو قول اختیار فرماتے اس کی دلیل ذکر کرتے اور اپنی آراء کو بر بنائے " ایک چکی کے پاٹ " سے

تعبیر فرماتے ۔ ابتدار میں بیان کرتے ہوئے اس تعبیر کی وجہ اختیار کرنے پر بوجھکڑ کا مشہور قصہ سُناتے ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس تعبیر میں ایک لطیف اشارہ حضرت کے اختیار کردہ قول کے وزن کی طرف نکلتا ہے ۔ چونکہ اس کی مثالیں بہت ہیں اور لامع کے حاشیہ اور تراجم میں تفصیل سے ہوئی ہیں اس لئے ان کو نہیں لکھا جاتا ۔

ترجمہ اور روایت کی مطابقت کا اہتمام فرماتے اور خاص طور سے مقدمۂ لامع میں ذکر کردہ ستّر اصولوں میں سے جس اصل سے ترجمہ ثابت ہوتا اس کی طرف اشارہ فرماتے ، کبھی سکوت بھی فرماتے جیسا وقت و احوال کا تقاضا ہوتا ، اس لئے کہ بہرحال تالیف وتدریس کے انداز میں فرق ہوتا ہی ہے ۔

شُرّاح سے اختلاف

کہیں کہیں شراح کرام سے مطالبِ حدیث کے بیان میں بھی اختلاف کرتے جیساکہ :

ابواب الجمعہ میں "باب الجمعۃ فی القریٰ" میں ایک روایت ہے اس کے الفاظ ہیں :

قال یونس کتب رُزیق بن حکیم الی ابن شھاب وانا معہ یومئذ بوادی القریٰ ھل تریٰ ان اجمّع ورُزیق عامل علی ارض یعملھا وفیھا جماعۃ من السودان وغیرھم ورُزیق یومئذ علی ایلۃ فکتب ابن شھاب وانا اسمع یامرہ ان یجمّع یخبرہ ان سالمًا حدثہ ان عبد اللّٰہ بن عمر یقول سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ الامام راع ومسئول عن رعیتہ الحدیث

ھل تریٰ ان اجمّع کا مطلب سارے شراح یہ بیان کرتے ہیں کہ مقصد یہ

کہ جہاں میری کاشت ہوتی ہے اور میرے غلام اور ملازمین کام کرتے ہیں کیا میں وہیں جمعہ پڑھ سکتا ہوں ؟ ایلہ میں جمعہ پڑھنے کے متعلق سوال نہیں ہے، اس لئے کہ وہ شہر ہے۔

لیکن حضرت نے سب کی مخالفت کی ہے اور فرماتے ہیں :

" رزیق بن حکیم کا مطلب یہ ہے کہ میں ایلہ سے دور اپنی زمین میں جہاں کاشت ہوتی ہے ملازمین کے ساتھ رہتا ہوں اور میں ایلہ کا حاکم ہوں تو کیا جمعہ کے روز ایلہ میری حاضری ضروری ہے اس لئے ابن شہاب الزہری نے جواب دیا کہ ہاں حاضر ہونا ضروری ہے اس لئے کہ تم وہاں کے امیر ہو اور جمعہ اجتماع وازدحام کا دن ہوتا ہے ہوسکتا ہے کوئی اختلاف ہو یا اور کوئی امر درپیش ہو اس لئے تمہیں وہاں حاضر ہونا چاہئے کیونکہ تم وہاں کے امیر ہو اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا یہی تقاضا ہے آپ فرماتے ہیں الامام راع ومسئول عن رعیتہ تو تم جہاں کے حاکم ہو وہ تمہاری رعیت ہیں لہذا تم ان کے متعلق مسئول ہوگے اس لئے تمہیں وہاں حاضر ہونا چاہیئے "

واقعہ یہ ہے کہ شراح کرام نے امام بخاری کے ترجمہ کو سامنے رکھ کر اثر کا مطلب لکھا ہے ، وہ جو مطلب حضرت نے لکھا ہے وہی اس اثر کا متبادر مطلب ہے۔

۲ ـــ بخاری ص۲۲ کی روایت :

عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یعرض راحلتہ فیصلی الیہا قلت افرأیت اذا ھبّت الرکاب قال کان یأخذ الرحل فیعدلہ.

ھبّت کی شرح بین السطور میں ھاجت و تحرکت سے کی گئی ہے۔

حضرت اس کو غلط فرماتے تھے اور اس کے معنی اپنے والد سے نقل فرماکر ذھبت بیان فرماتے۔ بظاہر یہی معنی مراد ہیں۔ ہوا چلنے کو عربی میں ھبوب ریح سے تعبیر کیا جاتا ہے، اسی سے ھبّت فعل ماخوذ ہے اور مسند احمد میں تو صاف ذھبت ہی ہے۔

لیکن احقر کے خیال میں شراح کے مطلب کی توجیہ ممکن ہے کہ یعنی جب سواریوں میں قرار نہ ہوتا اور ادھر اُدھر حرکت کرتیں تو پالان کو سترہ بنالیتے۔

۳ـــــ بخاری صـ۱۰۷ پر ابن مسعودؓ کی روایت میں ھذّاً کھذّ الشعر کا مطلب یہ بتاتے تھے:

"کیا تم نے ایسے جلدی جلدی کاٹ کر رکھ دیا جیسے بال کاٹے جاتے ہیں"

اور فرماتے تھے کہ:

"یہ شَعر بفتح الشین ہے"

عامۂ شراح شِعر بکسر الشین ضبط کرتے ہیں اور مطلب یہ بتاتے ہیں کہ کیا شعر کی طرح جلدی جلدی پڑھ ڈالا۔ حضرت فرماتے تھے کہ:

"شعر تو ترنم سے پڑھا جاتا ہے"

لیکن شراح کی طرف سے یہ جواب ہے کہ اگر تغنی مقصود ہوتی ہے تو ترنم ہوتا ہے اور استدلال ونظیر میں پڑھتے ہیں تو جلدی جلدی پڑھتے ہیں۔

یہاں تک اپنی یاد سے لکھا تھا پھر جو "لامع" دیکھی تو اس میں تو یہی تفصیل ہے جو شراح کی طرف منسوب ہے۔ ہاں تقریر بخاری میں وہی مطلب ہے جو حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے نقل کیا گیا ہے۔ اور آخر میں یہ بھی لکھا ہے:

"لیکن مجھ کو اس کی کہیں تائید نہیں ملی"

یعنی حضرت نے یہ معنی اپنی کسی تالیف میں جیسے حاشیہ لامع، تراجم البخاری، حاشیہ البذل، حاشیہ الکوکب میں ذکر نہیں فرمایا۔

۴ـــ قسامۃ کے مسئلہ میں مشہور ہے کہ امام بخاری اس کے منکر ہیں۔ حضرت نے ان پر رد فرمایا کہ:

"اگر بخاری قسامت کے منکر ہوتے تو کتاب الدیات میں باب القسامۃ کیوں درج فرماتے۔ بلکہ امام بخاری قسامت میں قصاص کے قائل نہیں ہیں"

حاشیہ لامع لکھا جا رہا تھا، حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی چھوٹوں کی ہمت افزائی، اس کے اجزاء دیکھنے کا احقر کو حکم فرما رکھا تھا۔ احقر ان ایام میں بیمار رہتا۔ اجزا آئے تو میں نے حضرت سے کہلوایا کہ:

"حضرت! امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مسئلۂ قسامۃ میں حنفیہ کے ہم خیال ہیں۔

مسئلہ کی وضاحت یہ ہے کہ قسامۃ میں مدعیان سے ابتداء میں قسم لی جائے گی یا نہیں؟ ائمہ ثلاثہ قائل ہیں، حنفیہ انکار کرتے ہیں۔ اس لئے کہ بخاری ص۲۴۲ پر اشعث بن قیس کی حدیث میں ہے:

شاهداك او يمينه

حنفیہ کہتے ہیں یہ کلمہ او مانعۃ الجمع ہے اور مقصود یہ بتانا ہے کہ مدعی کا حق صرف بیّنہ ہے اور مدعیٰ علیہ کا حق صرف یمین۔ ترمذی میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ہے:

البينة على المدعى واليمين على المدعى عليه

سنن بیہقی میں ابن عباس کی حدیث میں ہے:

البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر

وقال ابن حجر فی الفتح اسنادہ حسن

ان دونوں حدیثوں میں بھی دونوں جملے مدعی و مدعی علیہ کا الگ الگ حق بیان کر رہے ہیں۔

حضرات ائمۂ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ قسامہ کا ایک مستقل ضابطہ ہے جو قسامت کی حدیثوں میں صاف وارد ہے۔ اس میں پہلے مدعی حضرات سے قسم کا مطالبہ ہے پھر مدعیٰ علیہم سے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر قسامت میں قتل عمد کا دعویٰ ہو تو قصاص ہوگا یا نہیں؟ امام مالکؒ امام احمد کا مذہب اور امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ قصاص لیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ کا مذہب اور امام شافعی کا قول جدید بھی یہ ہے کہ ہر صورت میں دیت (یعنی خونبہا) واجب ہوگی۔

امام بخاری دونوں مسئلوں میں حنفیہ کے موافق ہیں۔ باب القسامۃ منعقد فرما کر حنفیہ ہی کے دلائل ذکر فرمائے۔ ترجمہ کے بعد متصلاً ہی فرماتے ہیں:

قال الاشعث بن قیس قال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم شاهداك او یمینه وقال ابن ابی ملیکۃ لم یُقِدْ بِهَا مُعَاوِیَۃ۔

اور پھر ایک حدیث مرفوع لائے ہیں جس میں صرف دیت کے استحقاق کا ذکر ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بخاری قسامت میں یمین المدعین کے قائل نہیں ہیں۔ اور قصاص کے بھی منکر ہیں۔ یہی حنفی مسلک ہے۔

البتہ ایک چیز قابل غور ہے، وہ یہ کہ امام بخاری نے جو روایت ذکر کی ہے،

اس میں اگرچہ مدعی سے یمین کی ابتداء کا ذکر نہیں ہے لیکن یمین مدعی علیہ کے انکار کی صورت میں یمین مدعی کا ذکر ہے۔ حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

قال أترضون نفل خمسين من اليهود ما قتلوه فقالوا ما يبالون ان يقتلونا اجمعين ثم ينفلون قال أفتستحقون الدية بايمان خمسين منكم قالوا ما كنا لنحلف

الا یہ کہ یہ کہا جائے کہ یمین مدعی من باب رد الیمین علی المدعی بعد حجۃ المدعی علیہ الیمین ہے۔

بہرصورت اگر باب کے الفاظ اور ابتداء روایت پر نظر ہو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ کے ہم خیال ہیں اور اگر پوری روایت پر نظر ہو تو بخاری کا مسلک سب سے الگ معلوم ہوتا ہے۔

جمع بین الروایات میں شراح سے اختلاف

روایات مختلفہ میں جمع کرنے میں بھی حضرت شراح سے بسا اوقات الگ چلتے تھے۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں جو اوجز المسالک میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

انہیں میں سے ایک یہ ہے کہ غسل جمعہ میں روایات مختلف ہیں۔ بعض میں:

جاء احدكم الجمعة فليغتسل ــــــــــ ہے

اور بعض میں:

غسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم

اور بعض میں:

حق على كل مسلم ان يغتسل في كل سبعة ايام يومًا يغسل فيه رأسه وجسده ھ

اور یہ سب روایات صحیح بخاری کی ہیں۔

اب ائمہ میں یہ اختلاف ہے کہ جمعہ کا غسل سنۃ الصلوٰۃ ہے یا سنۃ الیوم۔ جمہور اول کے قائل ہیں، داؤد ظاہری، محمد بن الحسن، قاضی ابو یوسف ایک روایت میں ثانی کے قائل ہیں۔ فریق اول روایت اولیٰ سے استدلال کرتا ہے اور روایت ثانیہ کی توجیہ کرتا ہے کہ چونکہ غسل جمعہ یوم الجمعہ میں ہوتا ہے اس لئے یوم کی طرف اضافت کر دی گئی۔ وسیع کلام ہے جو شروحِ حدیث میں مذکور ہے۔

ہمارے حضرتؒ کی رائے ہے کہ یہ الگ الگ مستقل غسل ہیں۔ غسل الصلوٰۃ، غسل الیوم، غسل الاسبوع۔ اگر جمعہ کی نماز سے پہلے متصلاً غسل کر لیا جائے تو تینوں حاصل ہو جائیں گے، اگر بعد میں کیا تو غسل الصلوٰۃ حاصل نہیں ہوتا اور اگر کسی اور دن کیا تو صرف غسل الاسبوع ہوگا۔